بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی جوارِ رحمت میں

''ایک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی''

مولانا عبدالباسط قاسمی ابن مولانا زین العابدین صاحب اعظمیؒ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

Cell 9125327596, 9335350624 Email:qasmiprintsmau@gmail.com

اہلِ علم کے حلقوں کے لیے یہ خبر باعثِ حزن وملال ہے کہ بتاریخ ۲۸ ستمبر ۲۰۱۳ء بروز سنیچر ساڑھے گیارہ بجے رات میں حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی انتقال فرما گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون،

بڑے بڑے علماء ومشائخ دھیرے دھیرے دنیا سے اٹھتے جارہے ہیں، ایک علمی خلا ابھی پر نہیں ہو پاتا کہ دوسرا سانحہ رونما ہوجاتا ہے، ادھر گذشتہ چند مہینوں کے اندر مولانا ابوبکر غازی پوریؒ، مولانا زین العابدین اعظمی، مولانا افضال الحق جوہر قاسمی، مولانا شفیق احمد خان صاحب دیوبندی، مولانا حکیم محمد اختر صاحب پھولپوری، مولانا عبدالحمید رحمانی، اوراب مولانا اعجاز احمد اعظمی جیسے اساطینِ علم وفضل جوارِ رحمت میں پہنچ چکے ہیں دنیا میں کسی کو بقا اور دوام نہیں لیکن کچھ لوگوں کا اس دنیا سے جانا بہت سوں کو رنجیدہ اور ملول کردیتا ہے، مولانا اعجاز احمد اعظمی کی ذاتِ گرامی بھی ایک ایسی ہی جامع اور ہمہ گیر شخصیت تھی، وہ بیک وقت بہترین انشاء پرداز، شگفتہ اسلوبِ تحریر لکھنے والے ادیب، صاحب نسبت بزرگ، بہترین مدرس، پراثر واعظ، جادو بیان خطیب اور بیسیوں علمی اور اصلاحی کتابوں کے مصنف تھے، ہمدرد وغمگسار، چھوٹوں پر شفقت کرنے والے اور طلبہ کی حوصلہ افزائی کرنے والے شفیق استاذ تھے، ۵ فروری ۱۹۵۱ء کو بھیرہ ضلع اعظم گڑھ (حال ضلع مئو) میں پیدا ہوئے، ابتدا سے فارسی تک کی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی پھر مشرقی یوپی کے مرکزی ادارہ ''مدرسہ احیاء العلوم'' مبارک پور میں داخل ہوکر علمی پیاس بجھاتے رہے، یہاں سے دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا اور اس کے سرچشمۂ صافی سے سیراب ہوئے پھر ۱۹۷۱ء میں مدرسہ چلہ امروہہ سے فارغ ہوئے، ۱۹۷۲ء میں جامعہ اسلامیہ بنارس پھر چلہ امروہہ کی اسی مادرِ علمی میں اپنے استاذ حضرت مولانا افضال الحق جوہر قاسمی کی زیرنگرانی تدریس کے فرائض انجام دیئے، پھر چند ماہ بنگلور میں اس کے بعد مدرسہ دینیہ غازی پور، جامعہ عربیہ ریاض العلوم گورینی، پھر مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور میں تقریباً ۲۴ برس درس دیا اور علماء وفضلاء کی اچھی ٹیم تیار کردی ادھر ڈیڑھ دو برس سے ان کا گردہ صحیح ڈھنگ سے کام نہیں کررہا تھا ۲۰۱۲ء کے اواخر میں بغرض علاج بمبئی میں قیام رہا اس بیچ مدرسہ میں ان کے خلاف سازشوں کا جال بچھایا گیا، جس کی وجہ سے مولانا کافی دلبرداشتہ تھے شدہ شدہ ریشہ دوانیوں کی خبریں آتی رہتی تھیں، جس ادارہ کو مولانا نے اپنے خونِ جگر سے سینچ کر تعلیم وتعلم کے میدان میں ہم دوشِ ثریا کردیا تھا وہاں کے ارباب انتظام سے اخیر عمر میں بہت تکلیف پہنچی اس عمارت میں شگاف تو پہلے ہی سے پڑنے لگے تھے، مولانا کے بمبئی جاتے ہی اخلاص وعمل کا یہ حسین تاج محل زمیں بوس ہوگیا، انہی حالات کے پیشِ نظر مولانا نے شیخوپور نہ جانے اور اسے خیرباد کہنے کا فیصلہ کرلیا، رمضان سے قبل وہ بمبئی سے وطن تشریف لائے اور چھپرہ ضلع مئو ان کے داماد مولانا ابرارالحق صاحب کے قائم کردہ ادارہ مدرسہ سراج العلوم (جس کے مولانا سرپرست بھی تھے) وہیں قیام کرلیا اپنے بچوں

کے لیے مکان تعمیر کروایا ایک وسیع وعریض مسجد پہلے ہی تیار ہوچکی تھی ،جلدی جلدی اس کا فرش وغیرہ درست کرادیا اور رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ میں تقریباً تیس طلبہ نے یہاں پر رہ کر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ کی تیاری کی ،چھپرہ ضلع مئو ایک دورافتادہ اور غیر آباد چھوٹی سی مسلم بستی تھی لیکن مولانا کی تشریف ارزانی کے بعد اس کی قسمت جاگ اٹھی ،علماء اور عوام جوق در جوق مولانا کے پاس آنے لگے، غیر مسلم لوگ بھی بکثرت آتے اور خوشی محسوس کرتے تھے کہ اللہ کا نیک بندہ یہاں قیام پذیر ہوگیا، اطراف وجوانب سے عقیدتمندوں کے آنے کا تانتا لگ گیا، اور ''جنگل میں منگل'' سماں نظر آنے لگا، شوال ۱۴۳۴ھ سے باقاعدہ دودرجے عربی پنجم اور ششم قائم ہوگئے، حفظ وپرائمری کا نظام پہلے سے موجود تھا مولانا کے تربیت یافتہ دواساتذہ مفتی منظور احمد قاسمی اور مولانا ضیاء الحق خیرآبادی (حاجی بابو) شیخوپور چھوڑ کر یہیں آگئے، اور تعلیم وتعلم کا سلسلہ شروع ہوگیا، مولانا تو کئی مہینے سے بیمار تھے لیکن انھوں نے بیماری کو اپنے اوپر مسلط نہیں ہونے دیا، اور ہر طرح علمی مشغولیوں میں منہمک رہے مولانا اتنی جلدی داغ مفارقت دے جائیں گے اس کی توقع نہیں تھی لیکن خدا کا قانون اٹل ہے جب وقت موعود آپہنچتا ہے تو ایک لمحہ کی بھی تقدیم وتاخیر کی گنجائش نہیں ہوتی۔

یوں تو میں نے بچپن ہی سے مولانا کے علم وفضل کے چرچے سن رکھے تھے جہاں کہیں معلوم ہوتا کہ مولانا آنے والے ہیں جلسے میں ان کی تقریر ہونے والی ہے میں اپنے ہم جولیوں کے ساتھ پہنچ جاتا، میرے والد صاحب کے چہیتے شاگرد تھے ہمارے گاؤں ''پورہ معروف'' سے ان کا بہت گہرا تعلق تھا اکثر وبیشتر آنا ہوتا مولانا جب بھی تشریف لاتے اپنی ساحرانہ خطابت سے ہمیں مسحور فرمادیتے تھے، میرا اوران کا باضابطہ تعلق غالباً ۱۹۹۰ء میں ہوا، مظہر العلوم بنارس میں وہ والد صاحب کے پاس تشریف لائے تھے والد صاحب نے مجھے ان کے ساتھ کردیا کہ اسے اپنے ادارہ مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور میں لے جاکر داخل کردیں آپ کی زیر تربیت اس کا علمی سفر شروع ہوکر کامیابی سے ہمکنار ہو، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بس کا کرایہ بھی مولانا نے اپنی ہی جیب سے دیا تھا، میرا سامان بھی تقریباً دوکلومیٹر پیدل مولانا اپنے کاندھوں پر رکھ کر مدرسہ کے احاطہ تک آئے تھے، ان کی عظمت ومحبت کا یہ پہلا نقش تھا جو اب تک دل ودماغ پر مرتسم ہے، مولانا نے بڑی شفقت اور اپنائیت سے مجھے رکھا بدقسمتی سے میں مولانا کے پاس زیادہ دنوں تک نہ رہ سکا، میرے ساتھ ایک عذر تھا، اگر میں مولانا سے عرض کردیتا تو مولانا ضرور اس کا کوئی حل نکال دیتے لیکن میں کہنے کی ہمت نہ کرسکا اور گھر چلا آیا، اپنی بقیہ تعلیمی زندگی میں والد صاحب کے ساتھ ساتھ رہا، البتہ کبھی کبھار مولانا سے ملاقات ہوجاتی اور میں مولانا کی شفقت ومحبت دیکھ کر سرشاری کی کیفیت میں ڈوب جاتا اور نہال ہوجاتا تھا، دوایک بار شیخوپور خدمت میں حاضری بھی ہوئی، مولانا بھی والد صاحب سے ملنے کبھی گھر اور کبھی سہارنپور آتے رہے، فراغت کے بعد کچھ دنوں پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ رہا، پھر میں کاروباری زندگی میں مشغول ہوگیا اور اتنا مشغول ہوا کہ مجھے اپنی بھی سدھ نہ رہی، البتہ رفیق محترم مولانا ضیاء الحق خیرآبادی کے ذریعہ مولانا سے سلام وپیام چلتا رہا۔

اتفاقاً زیادہ عرصہ کے بعد ایک روز مئو میں سرِ راہ ملاقات ہوگئی مولانا نے سینہ سے لگالیا خوب شفقت فرمائی، پھر پوچھنے لگے کہ تم شاعری بھی کرتے ہو؟ میں نے سر جھکا کر عرض کیا کبھی کبھار طبیعت موزوں ہوتی ہے تو کچھ کہ لیتا ہوں کہنے لگے کہ میں نے تمہاری ایک نظم فلسطین کے موضوع پر فلاں رسالہ میں پڑھی تھی، تمہاری ہی تھی نا؟ سرقہ تو نہیں تھا، میں نے کہا میری ہی تھی مولانا نے فرمایا کہ بڑی اچھی شاعری کرتے ہو، تخیل کی پرواز بلند ہے اسے جاری رکھو میں نے کہا کہ دوچار برس میں کوئی نظم یا غزل کہدی تو کہدی باضابطہ کوئی مشغلہ نہیں

ہے، مولانا نے فرمایا کہ تمہاری شاعری کسی کہنہ مشق آدمی کی شاعری لگتی ہے اسے جاری رکھو، غالباً یہ ۲۰۰۱ء کی بات ہے، کسی مستند عالم دین کی طرف سے یہ پہلی حوصلہ افزائی تھی ورنہ تو ہم نے جس طرح کے ماحول میں آنکھیں کھولی تھی شاعری کسی شجر ممنوعہ سے کم نہ تھی میں نے مولانا کو مخاطب کر کے ایک نظم لکھ دی، جس کا عنوان ''ارشادِ شیخ اور عرضِ شاعر'' تھا قارئین بھی اس نظم کا لطف اٹھائیں یہ وہ وقت تھا کہ جب امریکہ نے امارتِ اسلامیہ افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی، بمباری میں ہزاروں بے گناہ انسان شہید ہوگئے تھے، عفت مآب ماؤں اور بہنوں کی عصمتیں پامال ہورہی تھیں، اور ساری دنیا خاموش تماشائی بنی ہوئی تھی ہر دردمند انسان اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے اپنے دلوں میں بے پناہ درد اور تڑپ محسوس کررہا تھا، یہ نظم اسی پس منظر میں لکھی گئی تھی۔

کہا یہ حضرت اعجاز نے کہ اے طارق! تمہاری نظم ہمیں کرگئی بہت سرشار
غزل تمہاری یہ کہتی ہے کہنہ مشق ہو تم سمجھ رہا تھا میں سرقہ مگر نہیں زنہار
ہے شاعرانہ تخیل بہت بلند ترا نہیں ہے زیب خموشی تجھے او خوش گفتار!
بصد نیاز بصد انکسار عرض ہے یہ ہمارے شعر کا موسم ہے مثلِ فصلِ بہار
جو فصلِ گل کبھی آئے گی شعر کہلوں گا خزاں کے دور میں مجھ سے نہ کیجئے اصرار
نہ چھیڑ بادِ بہاری کہ آنکھ نم ہے مری غموں سے چور ہے سینہ میرا جگر ہے فگار

پھر آگے امریکی ظلم و بربریت کی داستان، مظلوم اور بے کس عورتوں کی آہیں اور سسکیاں تھیں مولانا نے اسے کافی پسند کیا لمبی نظم تھی پچیس تیس اشعار پر مشتمل رہی ہوگی، آخری بند میں پھر میں نے مولانا کو مخاطب کیا تھا۔

چلو تمام ہوئی نظم ان کو دکھلادیں سنا ہے ان کی زبان وقلم ہے سحر نگار
ضمیرِ خفتۂ مسلم جھنجھوڑ کر رکھ دے خدا عطا کرے طارق کو وہ بلند افکار

وقتاً فوقتاً مولانا سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہا، خدا کی شان کہ جنوری ۲۰۱۱ء میں راقم الحروف مدرس ہوکر جامعۃ الفلاح بلیریا گنج پہنچ گیا جو شیخوپور سے صرف پانچ کلومیٹر کی دوری پر تھا اب تو ہفتہ ہفتہ بلکہ کبھی کبھی ہفتہ میں دو دو بار ملاقات ہوجایا کرتی تھی، پھر مولانا نے بیمار ہوکر بمبئی کا قصد کیا اور میں اپنے والد محترم حضرت مولانا زین العابدین صاحب اعظمیؒ صدر شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور کی خدمت میں پہنچ گیا، مولانا کی شفقتوں اور نگاہ لطف وکرم سے خوب سابقہ پڑا ہے، ان کے علم وفضل اور تقوی وپرہیزگاری کا تو دل پہلے ہی سے معترف تھا حسن خلق دلجوئی ہمدردی وغمگساری کا نقشِ جمیل بھی دل ودماغ پر مرتسم ہوکر رہ گیا، میں والد صاحب کو لیکر بغرضِ علاج بمبئی گیا مولانا بھی وہیں مقیم تھے خوب ملاقات رہی، جب وہ تشریف لاتے تو محفل کا حسن دوبالا ہوجاتا، والد صاحب شوق لقاء اور آخرت کی باتیں کیا کرتے، خود بھی روتے اور حاضرین کو بھی رلاتے، مولانا کی طبیعت پر اپنی بیماری کا تو خاص اثر نہ تھا البتہ اپنے استاذ کی بیماری کے سلسلہ میں وہ تشویش میں مبتلا ہوگئے تھے، ادھر یہی حال والد صاحب کا بھی تھا، اپنے بارے میں کچھ رنج وملال نہ تھا البتہ شاگرد رشید کے بارے میں بہت فکرمند تھے، بہت الحاح وزاری کے ساتھ دعائیں کرتے تھے، کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت سے نواز دے، پھر وہ بمبئی سے وطن آئے اور میں بھی سہارنپور ہوتے ہوئے والد صاحب کو لے کر وطن پہنچا مولانا بیماری کے باوجود ہمارے گھر پورہ معروف تشریف لائے جواب میں والد صاحب بھی نہایت

ضعف واضمحلال کے باوجود ان کی عیادت کے لیے شیخوپور گئے، کمزوری کی وجہ سے بات کرنے کا یارانہ تھا، پندرہ بیس روز سے کوئی چیز بھی حلق کے نیچے نہ اتر سکی تھی، مولانا نے منع کیا تھا کہ والد صاحب کو لے کر نہ آؤ، میں ملاقات کے لیے خود ہی آؤں گا، لیکن والد صاحب تیار نہ ہوئے، فرمایا کہ وہ عیادت کو آچکے ہیں اب مجھے جانا چاہئے، جب مدرسہ میں داخل ہوئے تو علماء اور طالبانِ علوم نبوت کا ایک جم غفیر استقبال کے لیے موجود تھا والد صاحب بھی روئے اور مولانا اعجاز احمد اعظمی صاحب کے بھی ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے، آنسو تھے کہ تھمنے کا نام ہی نہ لیتے تھے، استاد وشاگرد کی یہ آخری ملاقات قابلِ دید تھی، ع

آخر شب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ

دو روز کے بعد مولانا بمبئی چلے گئے، اور چند دنوں کے بعد ۱۶؍جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۸؍اپریل ۲۰۱۳ء بروز اتوار والد صاحب اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے، مولانا سے ٹیلیفون پر گفتگو ہوئی تو نڈھال ہو گئے، اور طرفین کی ہچکیاں بندھ گئیں اس کے بعد مولانا کے دل کی کیا کیفیت تھی اس کا اندازہ ان کے تعزیتی مضمون ''ایک صاحب نسبت مردِ مومن کی رحلت'' اور استاذ گرامی حضرت مولانا زین العابدین صاحب اعظمی سے لگایا جاسکتا ہے، پہلا مضمون کئی رسالوں (بشمول رسالہ مظاہر علوم سہارنپور اور اشرف الجرائد حیدرآباد) میں اور دوسرا مضمون ''المآثر مئو'' میں چھپ چکا ہے۔

اب میرے اوپر ان کی شفقت ومحبت پہلے سے سوا ہوگئی، میں نے ان سے والد صاحب پر مضمون لکھنے کی فرمائش کی، انھوں نے کہا ضرور لکھوں گا والد صاحب کی رحلت کا ان کی طبیعت پر بہت اثر تھا، تین تین تفصیلی مضمون لکھا، اور خوب لکھا، پڑھنے والا بے خود ہو جاتا ہے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں، ابا جان کی آپ بیتی پر پیش لفظ لکھنے کی فرمائش کی، فوراً لکھ کر بھیج دیا، ان کی تحریر کیا ہے؟ گویا دل کا خون صفحہ قرطاس پر بکھر گیا ہے، ابھی دو چار دن قبل ہی تو ٹیلی فون پر بات ہوئی تھی، جمعرات سے ایک رسالہ نکالنے کی پوری تیاری ہو چکی تھی، انھوں نے فرمایا تھا کہ پہلا خصوصی شمارہ حضرت مولانا زین العابدین صاحب، دوسرا ان کے دوسرے استاذ مولانا افضال الحق جوہر قاسمی صاحب، اور تیسرا ان کے رفیق مولانا ابوبکر غازی پوری صاحب پر ہوگا، والد صاحب پر جو خصوصی شمارہ تیار ہو چکا تھا، اس میں مولانا کے تین مضامین، میرا ایک مضمون، اور والد صاحب کی خود نوشت شامل ہونی تھی، تمام تیاریاں مکمل تھیں آج بتاریخ ۲۹؍ستمبر ۲۰۱۳ء بعد نماز مغرب مجھے اپنا پیش لفظ نظر ثانی واضافہ کے بعد میل کرنا تھا، ارے ہاں! ایک بات تو رہی ہی جاتی ہے شیخوپور سے چھپرا تک کی سرگزشت بھی اسی شمارے میں شامل تھی مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، اللہ کا یہ نیک بندہ بہت سے کام پورے کر کے، بہت سے علماء واولیاء کی سرگزشت لکھ کر اور انھیں حیات جاوداں بخش کر آخرت کے سفر پر روانہ ہو گیا، وقت کے علماء اور مصلحین امت کی ذمہ داری ہے وہ مولانا کی زندگی کو مشعل راہ بنا کر اپنا علمی واصلاحی سفر پورے عزم وحوصلے کے ساتھ جاری رکھیں، مختلف رسائل وجرائد میں چھپے ہوئے مقالات ومضامین کے علاوہ مولانا کی لکھی ہوئی مطبوعہ کتابوں کی تعداد تیس تک پہنچتی ہے، ایسے لوگ برسوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں — تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

حیف ہے وہ بھی نہ چھوڑی تو نے او بادِ صبا — یادگارِ رونقِ محفل تھی پروانہ کی خاک

پسماندگان میں سات صاحبزادگان (حافظ محمد حارث، حافظ محمد عادل، مولوی محمد عامر، مولوی محمد عابد، مولوی محمد راشد، مولوی محمد

عرفات، اور محمد احمد سلمہٗ) ہیں، تین صاحبزادیاں ہیں، جن کی شادیاں حسبِ ترتیب مفتی اعجاز احمد قاسمی، مولانا ابرارالحق قاسمی اور مولوی فیض الحق زید مجدہم ہیں، مطبوعہ کتابوں کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

(۱) تسہیل الجلالین شرح اردو جلالین شریف (جلد اول) (سورۂ بقرہ تا سورۂ نساء مکمل سوا پانچ پارے)

(۲) حدیث دوستاں (دینی واصلاحی اور علمی وادبی مکاتیب کا مجموعہ)

(۳) کھوئے ہوؤں کی جستجو (مختلف شخصیات پر لکھے گئے مضامین کا مجموعہ)

(۴) حیاتِ مصلح الامت (حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب اعظمی کی مفصل سوانح)

(۵) مدارسِ اسلامیہ، مشورے اور گزارشیں (جدید اضافہ شدہ ایڈیشن، مدارس سے متعلق مضامین کا مجموعہ)

(۶) بطوافِ کعبہ رفتم ..... (سفرنامۂ حج) حرمین شریفین (مکہ مکرمہ مدینہ منورہ کے سفر کی روداد)

(۷) تہجد گزار بندے (تہجد کی اہمیت وفضیلت اور تہجد گزار بندوں کا تفصیلی تذکرہ)

(۸) ذکرِ جامی (ترجمانِ مصلح الامتؒ مولانا عبدالرحمٰن جامی کے حالاتِ زندگی)

(۹) حضرت چاندشاہ صاحب اور ان کا خانوادۂ تصوف (حضرت چاندشاہ صاحب ٹانڈوی اور ان کے خلفاء کے حالات)

(۱۰) تذکرہ شیخ ہالیجوی۔ (سندھ کے معروف شیخ طریقت وعالم حضرت مولانا حماداللہ صاحب ہالیجوی کا مفصل تذکرہ)

(۱۱) مودودی صاحب اپنے افکار ونظریات کے آئینہ میں (مولانا بنوریؒ کی عربی کتاب **الاستاذ المودودی** کا ترجمہ

(۱۲) حکایت ہستی حصہ اول (خودنوشت سوانح، ابتداء حیات سے اختتام طالب علمی تک)

(۱۳) کثرتِ عبادت عزیمت یا بدعت؟

(۱۴) قتل ناحق قرآن وحدیث کی روشنی میں

(۱۵) تعویذات وعملیات کی حقیقت وشرعی حیثیت

(۱۶) شب برأت کی شرعی حیثیت

(۱۷) اخلاق العلماء علماء کے لیے خاص چیز

(۱۸) دینداری کے دو دشمن (حرص مال وحب جاہ)

(۱۹) فتنوں کی طغیانی (ٹی وی پر ایک فکر انگیز تحریر)

(۲۰) اہل حق اور اہل باطل کی شناخت

(۲۱) مالی معاملات کی کمزوریاں اوان کی اصلاح

(۲۲) منصب تدریس اور حضرات مدرسین

(۲۳) حج وعمرہ کے بعض مسائل میں غلو اور اس کی اصلاح

(۲۴) برکات زمزم (ماء زمزم کی فضیلت واہمیت کا بیان)

(۲۵) تصوف ایک تعارف

(۲۶) خواب کی شرعی حیثیت

(۲۷) تکبر اور اس کا انجام

(۲۸) تذکرہ مولانا عبدالقیوم فتحپوری

(۲۹) تسہیل المیبذی

(۳۰) حدیث درد دل (ماہنامہ ضیاءالاسلام میں لکھے ہوئے اداریوں کا مجموعہ)

(۳۰) مسئلہ ایصال ثواب! ایک ذہنی طغیانی کا احتساب۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب فرمائے، اور امت مسلمہ کو ان کی کتابوں سے نفع اٹھانے کا توفیق عنایت فرمائے۔ آمین